رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ

ششماہی

انڈیا سے باہر پانچ روپیہ (عہ)

Kariali
via Sarai alamgir

خریدار ۳۲۷ 2296
منشی سلطان عالم صاحب احمدی مدرس سکول
گجرات پنجاب

جلد ۱۴ | قادیان مورخہ ۷ ر جون سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵ ر ذوالحجہ سنہ ۱۳۴۷ء | نمبر (۹)

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت ہیں

(۲) ۲ ر جون کا عظیم الشان جلسہ خاتم النبیین ڈے قادیان میں بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ مختلف طبقات کے جلوس نکلے۔ خواتین کا جلسہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے سیرت نبوی پر معارف سے پُر تقریر فرمائی۔ رات کو مجلس مشاعرہ ہوئی۔ افسوس کہ خاکسار ایڈیٹر فاروق اس تقریب پر موجود نہ تھا۔ ورنہ مفصل روئداد لکھتا۔

(۳) جیسا کہ گذشتہ پرچہ میں اطلاع دی گئی۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق ۲ ر جون کے جلسہ کے لئے منصوری کی بجائے انبالہ شہر گیا۔ جہاں ۲ ر جون کو ۹ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک مسلم ہال اسلامیہ ہائی سکول انبالہ شہر میں جلسہ ہوا۔ شام کو ۵ بجے سے ۷ تک چھاؤنی انبالہ میں جلسہ تھا اس میں شامل ہوا۔ بعد ازاں رات کو شاہ آباد ضلع کرنال میں جلسہ تھا۔ وہاں گیا جہاں سے رات کے ۲ بجے واپس انبالہ شہر آیا۔ اور ان تینوں جلسوں سے فارغ ہو کر ۴ ر جون کی شام کو بخیریت قادیان واپس آ گیا۔ ۵ ر جون کو اخبار کا بقیہ مضمون لکھا گیا۔ ۶ ر جون کو اخبار چھپنے کو دیا۔ اس لئے ایک دن لیٹ ہو کر یہ پرچہ نکلتا ہے۔ احباب معاف فرماویں۔ [illegible] قادیان میں گرمی کی شدت ہے۔ دو تین کیس ہیضہ کے ہوئے انجام بخیر رہا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس وبا کو دور کر دے۔ آمین ؁

بنا دے اپنا مستانہ بنا دے

میں سوتا ہوں مجھے احمدؐ جگا دے
میں ڈوبا ہوں کنارے پر لگا دے
مجھے توحید کا نغمہ سنا کر
بنا دے اپنا مستانہ بنا دے
بھڑک اسلام کی جس میں ہو پیدا
کچھ ایسی آگ سینے میں لگا دے
جو کر دے دل مرا مخمور ساقی!
کچھ ایسا بادۂ عرفاں پلا دے
سنا کر نعرۂ تکبیر مجھ کو
نشانِ کفر کو دل سے ہٹا دے
میں مر کر بھی رہوں زندہ جہاں میں
وہ اسلام میں ایسا مٹا دے
نہ لوں میں نام پھر مر کر کسی کا
مجھے الفت میں اپنی وہ مزا دے
اٹھوں جس دم مرے لب پر ہو احمدؐ
کچھ ایسی خواب سوتے میں دکھا دے
غرض ہر دم رفیقِ خستہ جاں کو
تو رنج و غم میں مژدہ جانفزا دے

(چوہدری عنایت اللہ خاں رفیق باغبان پورہ لاہور)

اسلامیہ کالج لاہور

ایف اے اور ایف ایس سی میں داخلہ

* * *

اسلامیہ کالج لاہور صوبہ بھر میں مسلمانوں کی واحد درسگاہ ہے۔ جہاں اعلیٰ تعلیم کا احسن ترین انتظام ہے۔ یہ کالج سرکاری درسگاہوں کی مانند ایف۔ اے اور ایف ایس سی کی تعلیم کیلئے مکمل سامان سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے۔ جو ان میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی علوم مشرقیہ اور علم دینیات سے طلباء کو مستفیض کرنے کے لئے ٹائم ٹیبل میں روزانہ وقت معین ہے۔ تاکہ دنیوی تعلیم کے دوش بدوش بچے شرقی علوم اور دینی سبق آموزی میں بھی مصروف رہیں۔ اور بے دینی کے اثرات سے بچیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب قریشی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن) ماہر اسلامک ہسٹری کی خدمات بمعاوضہ زر کثیر انجمن نے اسلامیہ کالج کے

لئے حاصل کی ہیں۔ مقصد یہ ہے۔ کہ نونہالان اسلام مسلم تاریخ کے درخشندہ ستاروں کی زندگی سے متاثر اور مستفید ہو کر بام ترقی پر پہنچیں۔ خود زندگ زماں بنیں۔ اور دنیا کو ترقی کی تلقین کریں۔ اگر انجمن اپنے طلباء کی دینی و دنیوی تعلیم میں سرگرمی سے مستعد ہے۔ تو ان کی صحت جسمانی سے بھی احتراز نہیں کیا جا رہا۔ اس وقت یونانی و انگریزی دوائی خانہ جات کے اجراء کے علاوہ قابل طبیب اور انگریزی میڈیکل آفیسر ملازم رکھے گئے ہیں۔ جو شبانہ روز طلباء کی خدمت کے لئے حاضر رہتے ہیں۔ اور ہدایات ورزش کے لئے ایک ماہر فزیکل انسٹرکٹر ملازم ہے جس کی زیر نگرانی طلباء ورزش کرتے ہیں۔ فٹ بال۔ کرکٹ۔ ہاکی و دیگر جدید کھیلوں کی مشق ماہرین انجمن کی زیر سرپرستی کی جاتی ہے۔ چنانچہ امسال پنجاب یونیورسٹی ٹورنمنٹ پر طلباء کالج نے قابل تحسین نمائش کی۔ جس کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں۔ منتظمین کالج مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کو مدنظر رکھ کر طلباء کی تعلیمی اخراجات کی زیادتی کو اپنی نکتہ چیں نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ ایسی تجاویز کو ترجیح دی جاتی ہے۔ جس سے خرچ میں کمی ہو۔ چنانچہ ایف۔ اے کی فیس چھ روپیہ ایف۔ اے معہ سائنس سات روپیہ۔ ایف ایس سی ساڑھے سات روپیہ مقرر کی گئی ہے۔ جو دوسرے کالجوں کی نسبت کم ہے۔ دیگر اخراجات میں بھی علی الدستور کفایت شعار انجمن ہے۔ اخراجات کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے۔ کہ اوسط درجہ کے طالب علم کا خرچ تیس روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔ تمام کالجوں میں ایف۔ اے اور ایف ایس سی کے طلباء کو داخلہ کے لئے سخت دقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اور بسا اوقات ان کا داخلہ نامنظور ہوتا ہے۔ لیکن اسلامیہ کالج ہر وقت مسلمان بچوں کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے۔ تو کوشش کی جاتی ہے۔ کہ کسی ملتجی امیدوار کو نامراد واپس نہ کیا جاوے۔ غریب طلباء کی فیس نصف یا سالم حسب ضرورت معاف کر دی جاتی ہے۔ اگر طالب علم ہوشیار ہونہار اور حصول علم کا شوق رکھتا ہو۔ لیکن مالی مشکلات کے باعث تعلیم کا جاری رکھنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔ تو انجمن اس کے رہائش و خوراک کے اخراجات میں بھی مدد دیتی ہے۔ انجمن کے شعبہ جات کاروباری اصول پر نہیں چلائے جاتے۔ بلکہ مفاد اسلام اس کا شیوہ اولین ہے۔ سب سے زیادہ قوم کا فنڈ اسلامیہ کالج پر صرف ہوتا ہے دریائے علم طغیانی پر ہے۔ اب علم کے تشنہ کاموں دوڑو و کام مراد حاصل کرو۔ دنیا میں سرسبز ہو۔ پھلو پھولو۔ ایف۔ اے اور ایف ایس سی کا داخلہ عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ مسلمان انٹرنس پاس شدگان کے لئے کالج کے دروازے کھلے ہیں۔ داخلہ کے لئے وقت پر آنے والے طلباء میں سے انشاء اللہ کسی کو ناکام واپس نہ کیا جائیگا۔

(عبد العزیز آنریری جنرل سکرٹری)

خبروں کا انتخاب

زمیندار کا ہذیان اور بچہ سقہ۔ آغا ظفر علیخاں معروف بہ نقاش کی فوج جرار نے عین اسی دن بلکہ اسی وقت جبکہ زمیندار کے غازی اعظم شہریار افغانستان امان اللہ خاں جس نے اس خدا ترسی سے کہ مبادا میرے ہاتھ سے افغانوں کی خونریزی ہونے پر خدا ناراض ہو جائے تخت و تاج سے دستبردار ہو کر اپنے اصول اور خونریزی سے نفرت کی بنا پر ماہ گذشتہ میں میدان کارزار سے جہاں صرف [illegible] جنگ و جدال تھا نہ تیغ و سنانی یک بینی دو گوش بغیر کوٹ پتلون ساتھ لئے راہ فرار اختیار کر کے مملکت کفر کے علاقہ چمن میں آ کر دم لیا تھا۔ بچہ سقہ کو گرفتار کر کے پابجولاں حاجی ترنگ زئی کے پاس لے جا کر حاضر کر دیا۔ زمیندار کا یہ ہذیان یکم جون کا ہے جبکہ اسپر تپ محرقہ کا سخت حملہ ہو رہا تھا۔ امید ہے کہ کل پرسوں تک اگر افاقہ ہوا تو اس ہذیان پر وہ پشیمان ہوگا۔

آغا ظفر علی خاں نے بچہ سقہ کا پٹرول لوٹ لیا۔ اور اب وہ بغیر پٹرول کے بے دست و پا ہو رہے ہیں کیونکہ کابل میں پٹرول بہت کم یاب ہے۔ اور بچہ سقہ اس سے بیتاب ہے۔ غالباً قندھار سے غازی اعظم امان اللہ خاں مفرور کے توشہ خانہ سے منگا لیا جائیگا

شملہ کے مشہور وکیل نے خودکشی کر لی۔ شملہ یکم جون آج صبح مسٹر نتھو رام نے جو شملہ کے ایک مشہور و معروف وکیل تھے۔ اپنے مکان کے غسل خانہ میں خودکشی کر لی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مالی پریشانیوں کی وجہ سے ان کی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی۔ آپ اپر انڈیا بنک جو لیکویڈیشن میں ہو چکا ہے۔ اس کے سرکاری ریسیور مقرر ہوئے تھے۔ اور آپ بنک کا بارہ ہزار روپیہ وصول کر کے ذاتی مصرف میں لے آئے تھے۔ جب آپ سے روپیہ طلب کیا گیا۔ تو آپ نے سات ہزار چار سو روپیہ کا ایک چک دیا۔ جو بنک مذکور میں روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آگیا۔ اس کے ساتھ ہی بنک سے یہ وعدہ تھا۔ کہ متذکرہ بالا رقم کے وصول ہو جانے کے بعد بقیہ پانچ ہزار روپیہ دے دیا جائیگا۔ لیکوئیڈیٹر نے مسٹر نتھو رام کے خلاف سینیئر سب جج کی عدالت میں رقم کی وصولی کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ عدالت نے حکم دیا۔ کہ مسٹر نتھو رام یکم جون کو صبح کے دس بجے عدالت میں حاضر ہوں لیکن مسٹر نتھو رام نے یہ ذلت برداشت نہ کی اور صبح کو اپنے مکان کے غسل خانے کے دروازے بند کر کے پستول سے اپنا کام تمام کر لیا۔ جب وقت مقررہ پر مسٹر نتھو رام حاضر عدالت نہ ہوئے۔ تو ایک خاص قاصد انہیں لانے کے لئے بھیجا گیا۔ مکان کے دروازے بند تھے۔ بڑی دیر تک تلاش کرنے کے بعد یہ دیکھا گیا۔ کہ مسٹر نتھو رام اپنے غسل خانہ میں مردہ پڑے ہیں۔ پاس ہی پستول ہے۔ اور غسل خانہ کا فرش لالہ رنگ ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۷؍ جون ۱۹۲۹ء

افغانستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان

بنگر اے قوم تماشا ہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بہر چشم نشانے است کبیر

انقلاب افغانستان کی داستان سر و پا درس عبرت اور خدائے برتر کا ایک قہری اور جلالی نشان ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں ظاہر ہوا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہیں متعدد نشانات کا مجموعہ ہے۔ اگر قلب سلیم سے اس میں غور کریں۔ تو صاف نظر آئے گا

فیہ آیات للسائلین

سنن الٰہیہ سے ناواقف لوگ جب بھی تجلیات الٰہیہ کے نشانات کو دیکھتے ہیں۔ تو اسے مشکوک بنانے کی کوشش کرتے اور اس سے اعراض کرنے میں بیباکی سے کام لیتے ہیں۔ مگر وہ اس طرح پر خدا کے غضب اور قہر کو بھڑکاتے ہیں؛

یہ خدا تعالےٰ کی قہری تجلی جس نے افغانستان کے شاہی خاندان میں ایک زلزلہ عظیم برپا کر دیا ہے۔ ابھی ابھی افغانستان میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ بلکہ اس میں خدا تعالےٰ کے تصرف اور قدرت نمائی کے زبردست ہاتھ کی چمکار نظر آتی ہے؛

امان اللہ خاں کی قوت و شوکت اسکے اقتدار و جمعیت اس کے تدبر و فراست کا غلغلہ بلند کیا جارہا تھا۔ اور استقلال افغانستان کو نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کے امن اور آزادی کا ضامن اور کفیل قرار دیا گیا تھا۔ مگر وہ ساری قوت و اقبال ایک ایسے آدمی کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوگیا۔ جس کو اس وقت تک امان اللہ خاں کے حامی نہایت معمولی آدمی کہہ رہے ہیں؛

اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ امان اللہ خان کے ایام حکومت میں افغانستان کو وہ اقتدار و استقلال نصیب ہوا۔ جو اس سے پہلے اسے حاصل نہ تھا اور اگر یہ انقلاب اس سے پہلے ہوتا تو ہرگز خدا کی قہری تجلی کا ظہور اسے نہ سمجھا جاتا۔ اس لئے کہ اس وقت سیاسی تدبر اور دانش اور اسباب جنگ کی فراہمی اور قشون قاہرہ کی قوت اور جمعیت امان اللہ خاں کے حق میں فیصلہ کرتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ اس کے حامی جرائد و صحائف میں ہر گھڑی اس کے کابل میں فاتحانہ داخلہ کی پیشگوئیاں شائع کر رہے تھے۔ مگر خدا تعالےٰ کے فرشتے

انہیں یوم حسرت کی بشارت دیتے تھے

اور آخر وہ گھڑی آپہنچی۔ کہ خدا تعالےٰ کی قہری تجلی کا ظہور ہوا۔ اور امان اللہ خاں نہایت سراسیمگی کی حالت میں اپنے اہل و عیال کو لیکر بہزار حسرت و اندوہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اسے اتنی فرصت اور مہلت بھی نہ ملی۔ کہ

پہننے کے لئے چند جوڑے کپڑوں کے ہی لے سکے

وہ جس لباس میں تھا۔ اسی میں بھاگ نکلا۔ چنانچہ امان اللہ خاں کے حامی اخبارات میں سے ایک لکھتا ہے۔ کہ:-

"شاہ امان اللہ خاں کے پاس کپڑے نہ تھے چنانچہ دہلی میں ان کے لئے سرکاری حکام کی وساطت سے دو پتلونیں دو کوٹ دو بوٹ اور ایک ہیٹ خرید کی گئی" (انقلاب ۳۰ مئی ۱۹۲۹ء)

اس بے بسی اور بے کسی پر پتھر کے دل میں بھی جوش پیدا ہوتا ہے۔ جس گھبراہٹ اور خوف میں وہ چمن کو بھاگے ہیں۔ اس کا اظہار تکلیف دہ اور جگر دوز ہے۔ وہ اس قدر خائف تھے۔ کہ انہوں نے راستہ میں کھانا کھانے اور دوسرے حوائج کیلئے ٹھیرنا پسند نہ کیا۔ اور انگریزی علاقہ میں پہنچکر دم لیا۔ چمن پہنچکر بھی وہ اس قدر افسردہ اور پژمردہ تھے کہ دو دفعہ غش آگیا۔ بمبئی تک کے جو حالات بیان ہوئے ہیں۔ ان سے بھی پایا جاتا ہے کہ وہ نہایت ہراساں اور خائف تھے۔ اور اب تک بھی یہ دہشت اور خوف ان پر طاری ہے۔ میں خیالی اور وہمی طور پر ان باتوں کا اظہار نہیں کر رہا ہوں۔ یہ واقعات ہیں۔ جو امان اللہ خاں کے طرفدار اخبارات نے خود شائع کئے ہیں؛

دوستو! ان تمام واقعات اور حالات پر غور کریں کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ انقلاب افغانستان کے اسباب پر ہر قسم کے لوگوں نے بحث کی ہے۔ دنیا کے مدبر افغانستان جدید کی ترقی اور استقلال کو دیکھ کر اس کے شاندار مستقبل کی پیشگوئیاں کر رہے تھے۔ کمال پاشا نے ابھی ایک سال نہیں گذرا۔ امان اللہ خاں کو آفتاب مشرق کہا تھا اور اسے اقوام ایشیاء کی مظلوم اور ستم رسیدہ اقوام کی امید قرار دیا تھا۔ مگر وہ آفتاب چھپ گیا۔ اور وہ امید یاس سے تبدیل ہو گئی۔ اس لئے نہیں۔ کہ امان اللہ خاں کو اسباب حاصل نہ تھے۔ جن کی موجودگی میں وہ ترقی کرسکتا۔ اس کے سفر یورپ نے بتا دیا تھا۔ کہ کل یوروپی سلطنتیں اس سے عہد دوستی کو مضبوط کرنا اپنی خوشی یقین کرتی ہیں۔ اور یہ یقین کر لیا گیا تھا۔ کہ یہی سفر یورپ افغانستان کی عظمت و استقلال کا پرچم دنیا میں بلند کر دیگا۔ لیکن یہ کون جانتا تھا۔ کہ یہ اس کا آخری دور تھا۔ اور خدا تعالےٰ کی قہری تجلی

عنقریب اس کے در و دیوار اس کی عزت و وقار پر گرینگی۔ اور اسے جلا کر راکھ کر دینگی۔ وہ غیروں کے ہاتھ سے نہیں۔ اپنوں کے ہاتھ سے ہی برباد کر دیا جائیگا تاکہ:۔

دنیا کو معلوم ہو۔ کہ خدا تعالیٰ کی غیرت کیا کرشمے دکھایا کرتی ہے

امان اللہ خاں کے زوال اور بربادی کے اسباب میں خارجی اسباب اور حالات کچھ بھی ہوں۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ جس سے چشم پوشی کرنا خدا کی قہری تجلیوں کو اور بھی قوت سے ظاہر کرنے کی تحریک کریگا۔ کہ

درّانی خاندان تین پشت سے ایک خطرناک جرم کا ارتکاب کر رہا تھا۔

اور وہ خطرناک جرم دل کو ہلا دینے والا ظلم یہ تھا۔ کہ امیر عبد الرحمٰن خاں امیر حبیب اللہ اور بالآخر امیر امان اللہ خاں نے متواتر تین پشتوں سے خدا تعالیٰ کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے کس و بے بس غلاموں کو محض اس وجہ سے شہید کرایا۔ کہ انہوں نے خدا کے راستباز کو قبول کر لیا۔

ان کا جرم ان خطاکار امیروں کی نظر میں اس کے سوا نہ تھا۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے موعود کو قبول کیا۔ وہ لوگ اپنی قوم میں معزز نیک اور حق پرست مشہور تھے۔ مگر بعض ملانوں کے جوش دلانے پر اور ان ملانوں کو جو آسمان کے نیچے اس وقت اشر الناس تھے، خوش کرنے کے لئے امیر عبد الرحمٰن اس کے بیٹے اور پوتے نے نہ ایک مرتبہ بلکہ متعدد مرتبہ اس جرم کا ارتکاب کیا۔ اور شدید البطش کا کچھ بھی خوف نہ کیا۔ جن اذیتوں تکلیفوں سے ان بے گناہوں کی جان لی گئی۔ وہ [illegible] داستان ہے۔ اس کے بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ کسی کا گلا گھونٹا گیا۔ اور کسی پر پتھراؤ کیا گیا۔ اور ظالموں نے سمجھا۔ کہ [illegible] اپنے مقصد عظیم کو پا گئے۔ مگر خدا اور اس سے فرشتے انہیں آنے والے عذاب کی بشارت دے رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان واقعات کے متعلق پہلے سے اطلاع دی تھی۔ اور آج سے ۲۶ سال پیشتر وہ پیشگوئیاں اور بشارتیں شائع ہو چکی تھیں۔ چنانچہ میں نے فاروق کے پچھلے نمبر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت پر جو امیر امان اللہ خاں کے والد ماجد امیر حبیب اللہ کے حکم سے سنگسار کرایا گیا۔ تذکرۃ الشہادتین لکھتے ہوئے شائع کیا تھا کہ:۔

”شاہزادہ عبد اللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ انہ من یات ربہ مجرماً فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحییٰ۔ افسوس کہ یہ امیر زیر آیت من قتل مومناً متعمداً داخل ہو گیا!“

پھر دوسرے موقعہ پر خدا سے وحی پا کر آپ نے صاحبزادہ شہید کے بعد کی بلاؤں اور وباؤں کا جو کابل پر نازل ہوئیں ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

”ابھی کیا ہے۔ یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملیگی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی۔ کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے!“

پھر فرمایا:۔

”اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہونگے۔ اور کابل کی زمین دیکھ لے گی۔ کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ پہلے اس سے غریب عبد الرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر وہ چپ نہیں رہے گا!“

جانتے ہو صاحبزادہ عبد اللطیف کا خون کیا رنگ لایا۔ وہ امیر جس نے اس معصوم سید کا خون بہایا تھا اور جس نے پہلا پتھر اس پر مارا تھا۔ وہ اپنی پوری قوت و طاقت کے وقت

نہایت بیکسی کی حالت میں قتل ہوا

میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ کہ قاتل کون تھا؟ امان اللہ خاں سب سے بہتر جانتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تحقیقات کی اور ان کا ذاتی علم اس بارہ میں بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔ جن لوگوں کو سزا ملی وہ حقیقی قاتل تھے یا اپنے کسی اور جرم کی پاداش میں انہوں نے سزا پائی۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ

امیر حبیب اللہ خاں کا قتل نہایت بے کسی کی حالت میں ہوا

صاحبزادہ عبد اللطیف کی شہادت کا واقعہ تو ہزاروں انسانوں کے سامنے ہوا۔ اور ان کی جوانمردی اور ثبات و استقلال دنیا کے صادقوں اور راسخ العقیدہ صلحا کی تاریخ میں گو خون سے سہی۔ مگر بڑی جلی قلم سے لکھا جائے گا۔ لیکن امیر حبیب اللہ کو جو پاداش ملی۔ وہ

ایک درس عبرت ہے۔

امیر حبیب اللہ ہی نہیں۔ بلکہ ان سب نے اپنے بد اعمال کا خمیازہ بھگتا۔ جو اس شرمناک جرم میں شریک تھے۔ یہاں تک کہ امیر کا بھائی نصر اللہ خاں اسی کوٹھڑی میں قتل کیا گیا۔ جہاں شہید مرحوم کو قید رکھا گیا تھا۔ اور اس حقیقت کو امان اللہ خاں سب سے بہتر جانتے ہیں۔

امیر حبیب اللہ کے بعد امیر امان اللہ خاں نے جب مسند حکومت پر قبضہ کیا۔ اور اپنے بڑے بھائی کو اس کے حق سے محروم کیا تو کون جانتا تھا کہ انجام کیا ہوگا۔ افغانستان آزادی کی شاہراہ پر چلا۔ اور

ہر شخص یہ یقین کرتا تھا۔ کہ حریت ضمیر و مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی۔ امان اللہ خاں نے اپنی بعض تقریروں میں اس کا اعلان بھی کیا۔ یہ آزادی ایک ہندو کو تھی۔ ایک عیسائی کو تھی۔ ایک یہودی ایک دہریہ ایک شیعہ کو تھی۔ مگر اس کے راستہ احمدی جماعت پر بند تھے۔ ارکان دولت افغانیہ کا ایک وفد مسوری پہنچا۔ احمدیہ جماعت کے ایک وفد نے ان سے ملاقات کی۔ ارکان دولت افغانیہ نے یقین دلایا۔ کہ

احمدی جماعت کو اپنے مذہبی عقائد میں پوری آزادی ہوگی۔

اور ہر طرح سے اطمینان دلایا۔ یہ ایک معاہدہ تھا۔ جو دولت افغانیہ نے احمدی جماعت سے کیا اور وہ خدا تعالےٰ کے حضور اس معاہدہ کے لئے جوابدہ تھی۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ مظلوم بے کس بے شر نعمت اللہ خاں کابل میں سنگسار کر دیا گیا۔ اور اس کا جرم محض یہ تھا۔ کہ

وہ احمدی تھا

ہم نے اس پر صدائے الم بلند کی۔ تو ہم پر ہر طرف سے گالیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ کہ یورپین طاقتوں کو برافروختہ کر رہے ہیں۔ ہم جانتے تھے کہ یورپین حکومتیں کوئی مداخلت نہیں کر سکتی ہیں۔ ہم صرف انہیں اس ظلم شدید کا گواہ ٹھہراتے تھے۔ ہمیں یقین تھا۔ کہ اس ظلم کی پاداش انسانی حکومت نہیں خدا کا جلالی ہاتھ دیگا۔ اور آج ہم ہی نہیں دنیا دیکھتی ہے۔ کہ شہیدوں کا خون رنگ لایا ہے۔ اور وہ ظالم حکومت جس نے متواتر تین نسلوں سے نیکوکار بندوں کو محض حق کے قبول کرنے کی وجہ سے گلا گھونٹ کر اور سنگسار کر کے شہید کیا تھا۔ اپنا انجام دیکھ رہی ہے اور اس سرزمین سے نکل بھاگنے پر مجبور ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی قہری تجلیوں کی ایک نشان ہے۔ جن لوگوں نے خدائے قادر و ذوالجلال کے اختیارات اور قوتوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس قسم کی پیشگوئیاں کی تھیں۔ کہ امان اللہ خان کے قشون قاہرہ امروز فردا میں کابل میں داخل ہونے والے ہیں۔ اور جو اس تقریب پر چراغان کرنے اور خاص نمبر نکالنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ معلوم نہیں اب بھی وہ خدا کے جلالی ہاتھ کی چمکار کو دیکھینگے یا نہیں؟

یہ انقلاب جہاں تک خدا تعالےٰ کے برگزیدہ صادق مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا تعلق ہے یہاں تک ہی ختم نہیں ہو جاتا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے مامور کو فرمایا۔ کہ

۸۵۰۰۰ ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے

اور پھر ایک جگہ فرمایا۔

”یہ پیشگوئی کی آخری حد ہے۔ وہ وعدہ ٹلے گا نہیں جب تک خون کی ندیاں ہر طرف سے نہ بہ جائیں“

اگرچہ اس وحی میں کوئی خصوصیت نہیں مگر خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں اور نشانات کے مختلف ظہور ہوتے رہتے ہیں۔ پس امان اللہ خاں کا جو انجام اس وقت تک ہوا ہے۔ وہ اب دنیا کے سامنے ہے۔ بہت ہیں۔ جو اس نشان کو دیکھ کر بھی منہ پھیر لیں گے۔ اور وہ ہنسی اڑائیں گے۔ مگر اے غافلو اور نادانو! یاد رکھو۔ خدا ٹھٹھو نہیں نہیں اڑایا جاتا۔ یہ ہنسی اور استہزا تمہارے لئے عذاب کے فرشتوں کو مسلط کریگا۔ سعادت اور نیکی اسی میں ہے۔ کہ خدا کی آیات پر غور کرو۔ اور اس کے حضور جھک جاؤ۔ امان اللہ خاں کو جو چشم زخم پہنچا۔ وہ اس کے دوستوں اور معتمدوں اور اس کے کارکنوں سے پہنچا ہے۔ وہ جو اس کی ترقی کے ذرائع اور اس کی سلطنت کے عمود اور اس کے قیام و استقلال کے ستون تھے۔ وہی اس کے لئے دشمن جانستان ہو گئے۔

سوچو تو یہیں تمہارے لئے سبق ہے

جہاں تک امان اللہ خاں کی ذاتی مصیبت اور تکلیف کا سوال ہے۔ اور جہاں تک افغانستان کی بدحالی اور اس کی خانہ جنگی کے بد نتائج کی بحث ہے۔ ہم سے زیادہ کوئی اس سے متاثر نہیں۔ میں شروع میں لکھتا آیا ہوں کہ ہم افغانستان کے استقلال کے بدل حامی ہیں۔ اور اس کے ضعف و انتشار سے ہمیں سخت تکلیف اور دکھ ہوتا ہے۔ مگر ہم مغالطے سے کام نہیں لیتے۔ واقعات پر عبرت و بصیرت کی آنکھ کھول کر نظر کرتے ہیں۔ اگر امان اللہ خاں کی ذات کو کوئی فائدہ ہم پہنچا سکتے ہیں۔ تو میں دعوےٰ سے کہتا ہوں۔ کہ احمدی جماعت کا ہر فرد اس کے لئے آمادہ ہوگا۔ لیکن ہم اسے خطرناک ریاکاری سمجھتے ہیں۔ اگر یہ کہیں۔ کہ امان اللہ خاں بے گناہ نعمت اللہ خاں اور ملا عبد الحلیم شہدائے احمدیت کو سنگسار کرانے میں خدا تعالےٰ کے حضور جوابدہ نہیں۔ ان احمدیوں پر جو ستم توڑے ہیں۔ ان کی یاد ہمیشہ خون کے آنسو رلاتی رہیگی۔

ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر فضل کریم صاحب جو برٹش لیگیشن میں مامور تھے۔ محض اس لئے بچ گئے کہ برطانی تو [illegible] تھا۔ ورنہ ڈاکٹر صاحب کا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہوتا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ مظالم امانی کا نشانہ ہو چکے تھے۔ اور احمدی ہونے کی بناء پر کابل سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ ان پر جھوٹے قتل کا مقدمہ بنایا گیا۔ اور اس طرح پر اس کو قانون کی آڑ میں قتل کرنا چاہا۔ گو خدا نے اپنے فضل سے اسے بری کرایا اور بچایا۔

اخلاقی پہلو دوسرا ہے۔ اور مذہبی عقیدہ ایک شے آخر ہے۔ خدا تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی ہے۔ اور آئندہ جو پیشگوئیاں کابل اور افغانستان کے ساتھ وابستہ ہیں وہ ہو کر رہیں گی۔ اگر سرزمین کابل اور افغانستان اس گناہ عظیم کا پورا فدیہ اور قربانی خدا کے حضور پیش نہ کرے۔ میں اپنے ذوق ایمانی اور معرفت وجدانی سے کہتا ہوں۔ کہ امان اللہ خاں اور اس کے خاندان کی مصائب کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا۔ جب تک کہ وہ خدا سے صلح نہیں کریں گے۔ اور وہ لوگ ان کے خطرناک

دشمن ہیں۔ جو اس موقعہ پر انہیں اور بدراہ کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس ظلم پر ان کی پیٹھ ٹھونکیں ہر ایک جو اس قسم کے ظلم میں حصہ لیتا ہے یا کسی قسم کی تائید اور اعانت کرتا ہے۔ وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچے بغیر نہیں رہیگا۔ وہ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ ہاں ایک ہی چیز ہے۔ جو خدا کے غضب کو رحم سے اور اسکے قہر کو کرم سے تبدیل کر دیتی ہے۔ وہ

خدا کی طرف رجوع اور اپنے گناہوں کا عاجزی سے اعتراف ہے

میرا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ امان اللہ خاں اور اس کے رفقاء تقویٰ و طہارت اختیار کریں۔ اور اپنے گناہوں کا اعتراف ندامت کے ساتھ رب العزت کے حضور کریں۔ کیونکہ انابت اور سچی ندامت اور تقویٰ طہارت پھر اس پر استقلال و مداومت ایسی چیزیں ہیں جو آسمانی قضا و قدر اور عذاب سماوی کو روک دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ جو قلوب کی حالت جانتا ہے۔ خوب جانتا ہے۔ کہ ہم امان اللہ خاں کی اس مصیبت کو مصیبت عظمیٰ سمجھتے ہیں مگر اس مصیبت میں اس کے ساتھ بہترین ہمدردی یہی ہے۔ کہ

ہم اس کو رجوع الی اللہ کی ترغیب دیں

اسے چاہیئے۔ کہ جس طرح پر خدا تعالیٰ نے اسے ظاہری حکومت اور شوکت کے تخت سے نیچے اتار دیا ہے۔ اور سلطنت و شاہی کا تاج اس کے سر سے پرے پھینک دیا ہے۔ وہ اپنے ارادوں اور عزائم کو خدا کی اس مشیت کے ساتھ متحد کر دے۔ اور نہایت تذلل اور انکسار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور گر جاوے۔ وہ غور کرے۔ کہ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ اس کے خاندان پر برابر تین نسلوں سے

راستبازوں کو قتل کرنے کا الزام صحیح الزام ہے

اور کیا یہ سچ نہیں۔ کہ ان مظلوموں کا خون ناحق خدا تعالیٰ کے حضور بغیر انتقام کے نہیں رہ سکتا۔ اور کیا یہ سچ نہیں۔ کہ جن ملانوں نے انہیں اس ظلم پر آمادہ کیا۔ وہی ان کی اس موجودہ مصیبت کا موجب ہیں۔ پھر کیا یہ سچ نہیں۔ کہ

اس مصیبت سے فائدہ اٹھا کر خدا سے صلح کرنا ہی بہترین نعمت ہے۔

میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر امان اللہ خاں سچی توبہ کریگا۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور اخلاص اور حقیقی عبودیت کو لیکر گریگا۔ اور اپنے گناہوں کا بغیر کسی شرم اور جھجک کے اعتراف کر کے اسے پکارے گا۔ تو یقیناً وہ خدا جو سبقت رحمتی علیٰ غضبی کی صفت سے موصوف ہے۔ ایسے بندہ کو ضائع نہ کرے گا۔

امان اللہ خاں! دنیا اپنی تمام دلفریبیوں اور شوکتوں کے ساتھ اب تم سے رخصت ہو رہی ہے۔ تم نے دیکھ لیا۔ کہ ملک خدا کا ہے جسے چاہتا ہے اُسے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے۔ چھین لیتا ہے اس مصیبت سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور ان شہیدوں کے خون پر افسوس اور ندامت کے قطرات خدائے غفور الرحیم کے حضور گراؤ۔ تاکہ تمہاری آنکھوں کا پانی تمہارے اس خون آلود دامن کو دھو ڈالے۔

تمہارے گرد و پیش ہدایا پیش کرنے والے تمہاری تعریفوں کے پل باندھنے والے تمہارے کام نہ آئینگے تم اپنے بستر پر لیٹ کر سوچو۔ اور تنہائی کی گھڑیوں میں غور کرو تم سے اور تمہارے باپ اور دادا سے ایک غلطی ہوئی ہے۔ اس کی معافی چاہو۔ اور آئندہ کے لئے خدائے قدیر و غفور کے حضور عہد کرو۔ کہ اگر تمہیں پھر ملک و حکومت ملے۔ تو ایسا نہیں کرو گے تو کیا عجب تم متاع گم گشتہ کو پالو۔

بچہ سقہ کی مذمت اور اس کی بدگوئی یہ بھی ایک لعنت ہے۔ وہ لوگ جن کو روحانی معرفت کا حصہ نہیں ملا۔ وہ جن کے قلوب مسخ ہیں۔ وہ ان اسرار سے ناواقف ہیں۔ بچہ سقہ خدا کے عذاب کا ایک فرشتہ ہے۔ جو افغانستان کی حکومت کی بدعنوانیوں کے لئے مسلط کیا گیا ہے۔ اس کو برا کہنا یہ بھی ایک گناہ ہے۔ اس وقت [illegible] صرف ایک ہی چیز ہے۔ ؎

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے

میں جانتا ہوں۔ میری باتیں نمک بر جراحت کا مصداق ہو گئی ہیں۔ مگر میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ دردمند دل سے نکلی ہیں۔ اور کچھ تعجب نہیں تھوڑی دیر کیلئے دردمند کریں۔ مگر بالآخر سکون اور اطمینان کا یہی طریق ہے

اسلامی جرائد سے بالآخر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ ان تعلیوں اور شوخیوں کو چھوڑ دیں۔ جن کی بناء پر قشون قاہرہ کو کابل میں داخل کرنے کے دعویٰ کئے جاتے تھے۔ خدا کی قوت اور طاقت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ تم اپنے زور قلم سے افغانستان کی سول وار کو روک سکتے ہو تو روکو۔ کہ اگر یہ خون کی ندیاں جاری ہو گئیں تو پھر خدا جانے یہ کہاں جا کر ٹھہریں۔ قشون قاہرہ داخل ہوں یا نہ ہوں۔ مگر امان اللہ خاں کو جو صدمہ پہنچنا تھا پہنچ چکا۔ آؤ سب کے سب ملکر متحد کوشش سے اس کارزار کو روکنے کی کوشش کریں۔ افغانستان کا استقلال خطرہ میں ہے۔ ملت اسلامیہ اور دولت افغانیہ ترقی کی طرف نہیں۔ بلکہ ہلاکت کی طرف جا رہی ہے۔ دولت افغانی کی ہڈی پر لڑنے والوں کو کہو۔ کہ

خدا کے لئے آپس کے کشت و خون سے باز رہو،

جرائد اسلامی کے مدیرو! تم قائدین امت بننے کے دعویدار ہو۔ دیکھو اور غور کرو۔ کہ کدھر جا رہے ہو۔ تمہارا باہمی شقاق و نفاق قوم کی زندگی کو خطرہ میں ڈال رہا ہے۔ سوچو پھر سوچو اور پھر سوچو مذہب کے جزئی اختلاف میں تم ایک دوسرے سے بیزار اور نفور جماعتوں اور گروہوں پر تبرا بازی کرتے ہو۔ مگر خود سیاسی فرقہ بندی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑ رہے ہو۔

افغانستان کا یہ انقلاب ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی سے زیادہ مواد ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ ع [illegible] رجل رشید۔ میں نے انقلاب افغانستان پر جو سلسلہ مضامین لکھا تھا۔ نہایت درد دل سے کہ [illegible] جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اسی درد کی ایک جھلک ہے۔ شاید کسی دردمند دل کو بیدار کرے ؎

من از ہمدردیت گفتم تو ہم خود فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہوشیارے

[illegible]

سکھر میں دھرم بھکشو کے اشتعال انگیز لیکچر

تین تین ہندو ایک ایک مسلمان کو چمٹ جاؤ

دانتوں سے مسلمانوں کے ناک کاٹ دو

ناخنوں سے ان کی کھال نوچ لو

ان کے فوطوں کو پکڑ کر زور سے دبا کر مار ڈالو،

ہر ایک نوجوان آریہ مسلمانوں کی ایک ایک لڑکی نکال لائے

ہندو نوجوانوں کی شادیاں میں لکھنؤ کے نوابوں کی لڑکیاں نکال نکال کر کروں گا

نہ ہم خود چین سے بیٹھینگے نہ حکومت کو بیٹھنے دینگے

قابل توجہ گورنمنٹ بمبئی

۱۱-۱۲-۱۳ مئی کو کمار سبھا سکھر کا دوسرا سالانہ جلسہ ہوا۔ جس میں پنڈت دھرم بھکشو مشہور بدزبان آریہ لیکچرار نے نہایت دلآزار تین تقریریں کیں۔ اس کا مقصد ہمیشہ لوگوں کو گالیاں دینا اور ملک میں بدامنی پھیلانا ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اس دفعہ بھی ایسا کیا۔

۱۱ مئی کو دھرم بھکشو کی تقریر سے قبل ایک کالی تھوتھنی والے دھرم دیو نامی بھجنیک نے باجے پر زہر آلود نظموں کے ذریعہ سے ہندو مسلم سامعین کے دلوں میں نفرت کا تخم بوتے ہوئے اپنے فرقہ آریہ سماج کے فسادی ہونے پر مہر ثبت کی۔ ان نظموں میں مسلمان فرمانرواؤں کو گالیاں دی گئیں۔ ہندو راجاؤں اور ان کی عورتوں کو مظلوم ظاہر کیا گیا۔ علاؤالدین خلجی کو تین بار "کتا" کہا۔ اور آریہ پبلک نے اس پر (shame) کے نعروں اور تالیوں سے مسلمانوں کا دل دکھایا۔

اس کے بعد دھرم بھکشو نے اپنی دل آزار تقریر شروع کی۔ اس نے کھڑے ہوتے ہی باقی مذاہب خصوصاً اسلام کو ایک فسادی مذہب ہونے کا نام دیا۔ اور کہا۔ کہ آج تک مسلمان اور باقی مذاہب ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتے رہے ہیں۔ لیکن ہم نے صبر سے کام لیا ہے۔ چنانچہ تحفہ ہند وغیرہ کتب کے علاوہ مرزا غلام احمدؐ نے اپنی کتب میں ہمارے بزرگوں کو خصوصاً شہید اکبر لیکھرام کو نہایت گندے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور خبیث وغیرہ الفاظ کہے۔ اور نہایت درجہ کے خبیث اور لعین قاسم علی ایڈیٹر فاروق نے انیسویں صدی کا مہرشی لکھ کر ہمارا دل دکھایا۔ بالآخر جب گورنمنٹ نے بھی کچھ نہ کہا۔ تو Tit for Tat کے طور پر ان غنڈوں کو بتلانے کے لئے کہ دوسروں کے بزرگوں کو گالیاں دینے سے کیا درد ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے رنگیلا رسول کتاب لکھی گئی۔ تو پھر گورنمنٹ سے مدد مانگی گئی۔ آخر جب وہاں سے کچھ نہ بنا۔ تو مسلمانوں نے قتل کی ٹھانی۔ اور آخر ایک مسلمان غنڈے نے اُن کو بے وقت راجپال کو چھرے سے قتل کیا۔ اور اس قتل کی وجہ اسلام کی خونی تعلیم ہے۔ اور ہر ہندو کو اس طرح اشتعال دلایا۔

قتل و غارت کی ترغیب

راجپال کے واقعہ قتل۔ شردھانند کے قتل اور حبیب آباد کے فساد کو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی تلقین سے سرزد شدہ کہکر کہا۔ کہ ہم ہرگز وہ ہندو نہیں۔ جو تم سے ماریں کھائیں۔ ہندو خود بول کر کہیں۔ کہ صاحب تم ہم سے زبردست ہو۔ ہم تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینگے۔ اور میں ہندوؤں سے کہتا ہوں۔

کہ تم بے غیرت نہ بنو۔ اٹھو۔ اور مسلمان غنڈوں کو بتادو۔ کہ ہم ان سے ڈرنے والے نہیں۔ ہمیں کسی گورنمنٹ کا خوف نہ ہوگا۔ ہندوؤ تم اکیس کروڑ ہو۔ اور سات کروڑ مسلمانوں سے ڈرتے ہو۔ تم تین تین ایک ایک مسلمان کو چمٹ جاؤ۔ تو بوٹی بوٹی بھی حصے نہ آئیگی ؛

ہندو سوربیروں کے لڑنے کے طریق

دھرم بھکشو لکھنوی نے لڑائی کی ترغیب دیتے ہوئے کہا۔ اگر اور کوئی ہتھیار نہیں۔ تو تم دانتوں سے ان کا ناک کاٹ لو۔ اور ناخنوں سے ان کی کھال نوچ لو۔ اور کچھ نہیں۔ تو اُن کے فوطوں کو پکڑ کر زور سے دبا کر مار ڈالو ؛

اغوا کا الزام مسلمانوں پر

پھر کہا۔ لاہور جامعہ مسجد کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ ایک سال میں تین ہزار ہندو دیویوں کو مسلمان کیا گیا۔ بھلا اسلام میں رکھا ہی کیا ہے۔ کہ کوئی عورت اسلام کو خوشی سے قبول کرے۔ اور کیا مسلمان بنا سکتی ہیں۔ کیا ان عورتوں نے وید اور قرآن کو پڑھ کر مقابلہ کرکے اسلام کو قبول کیا نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ مسلمان غنڈے ان کو بھگا کر لے جاتے ہیں۔ اور بیچاری دیویوں کو مسلمان کر لیا جاتا ہے ؛

اغوا کی ترغیب

اب تم میں سے بھی ہر ایک نوجوان عہد کرلے۔ کہ وہ کم از کم مسلمانوں کی ایک لڑکی نکال کر شدھ کرکے اس سے شادی کریگا۔ ان کی عورتیں ہمارے لئے تڑپ رہی ہیں۔ لکھنؤ میں میرے پاس اکثر ایسی لڑکیاں بھاگ بھاگ کر آتی ہیں۔ اور مجھ سے التجا کرتی ہیں۔ کہ ہمیں شدھ کرلو۔ لیکن چونکہ مجھے ایسے آریہ نوجوان نہیں ملتے۔ جن سے ان کی شادی کرسکیں۔ لہذا میں ان کو یہ جواب دینے پر مجبور ہوتا ہوں۔ کہ اے دیوی میں تیرے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ آخر وہ رو پڑتی ہیں۔ اور مایوس ہو جاتی ہیں۔ آریو! مسلمان لڑکیوں کی روحیں ہمارے لئے تڑپ رہی ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اپنے نام پیش کریں۔ خواہ کتنے بھی نوجوان ہوں۔ میں ان کی شادیاں لکھنؤ کے نوابوں کی لڑکیاں نکال نکال کر کرسکتا ہوں۔ تم نام پیش کرو۔ پھر میرا ذمہ رہا۔ اگر کوئی خالی رہ جائے تو حیف کہنا ؛

اغوا کی ترکیب

مسلمانوں کے گھروں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اسکی مجھے خبر ہے۔ لکھنؤ کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ مسلمانوں کے پاس ہے کیا؟ برتن تک تو ان کے ہندوؤں کے پاس رہن ہیں۔

ہماری ہندو دیویوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے قیمتی زیور اور خوبصورت کپڑے مسلمان عورتوں کو دکھا کر بتائیں۔ کہ مسلمان تو ایک چھوڑ کر دوسری کر لیتے ہیں۔ مگر آریہ دھرم میں یہ جائز نہیں۔ پس سب کی سب مسلمان عورتیں فوراً ہمارے ساتھ ہو جائینگی ؛

پیغمبر اسلام پر ناپاک حملہ

آخری تقریر میں تعدد ازدواج کا اسلام میں ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اسلام میں اجازت ہے۔ کہ اگر مرد میں طاقت ہو۔ تو دو دو چار چار نکاح کرلے۔ مگر یہ حق عورتوں کو نہیں دیا گیا۔ کیا اس لئے کہ پیغمبر اسلام خود مرد تھے اور قرآن مردوں پر نازل ہوا۔ اگر قرآن عورت پر نازل ہوتا۔ تو کیا یہی رعایت عورتوں کو دیجاتی محمد صاحب کی ناانصافی سے آج عرب کی حالت دیکھو۔ کون ہے جس نے دو دو تین تین مردوں سے تعلق نہ رکھا ہو۔ اب اگر کوئی مسلمان غنڈا ہندو عورت کو نکالے۔ تو اُس کا (عورت کا) فرض ہے۔ کہ وہ چھرا اس کے پیٹ میں گھونپ دے۔ دنیا کی تمام اقوام میں متبنّیٰ جو اپنا بیٹا ہوتا ہے۔ اسکی عورت سے شادی کرلینا ممنوع ہے کیسی بے غیرتی ہے مگر اسلام میں حرام نہ کیا۔ خود پیغمبر اسلام نے متبنّیٰ بیٹے کی عورت کو طلاق دلوا کر اس سے شادی کرلی

جنگی تیاریاں

اپنی تقریر کو مؤثر بنانے کیلئے کہا۔ کہ بیواؤں کی شادی اس لئے کراتا ہوں۔ کہ تین کروڑ بیواؤں کے بوجھ سے آزاد ہوکر مسلمان اور انگریزوں سے لڑنا ہے۔ ہم ان تین کروڑ بیواؤں کا بوجھ سر پر اٹھائیں۔ اور ان کا فکر کریں یا میدان جنگ میں انگریزوں اور مسلمانوں سے لڑکر آزادی حاصل کریں۔ کیونکہ جب سے انگریزی حکومت ہندوستان میں آئی ہے۔ ہم بھوکوں مر رہے ہیں۔ اور ہمارے بادشاہ یورپ کے محلوں میں عیش اڑا رہے ہیں۔ اگر میرا باپ مجھ کو روٹی نہ دے۔ تو میں اسے بھی تنگ کروں۔ یہ تو بادشاہ ہے۔ جب ہمارے پاس کچھ نہیں۔ تو نہ ہم خود ہی چین سے بیٹھیں گے۔ اور نہ حکومت کو بیٹھنے دینگے۔ میرا مقصد بغاوت پھیلانا نہیں۔ مگر ایسی حالت میں مجبور ہوکر کہنا پڑتا ہے ؛

ایک ریزولیوشن

[illegible] کی ضبط شدہ زمین کے متعلق جس پر آریہ سماج اپنا مندر بنانا چاہتی ہے۔ ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ اب جبکہ زمین میں سنگ بنیاد رکھی جاچکی ہے۔ وہ آریہ سماج کا مندر ہے۔ ہم اسکو کبھی نہ چھوڑینگے۔ حکومت کو چاہیئے۔ کہ وہ ہمارے حوالے کردیں۔ اس پر ایک آریہ نے کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہوئے تائید کی۔ اور کہا کہ گورنمنٹ بھی طاقتور ہے۔ مگر گورنمنٹ کو واضح رہنا چاہیئے۔ کہ جب تک ہم اپنے خون کا آخری قطرہ نہ بہا دینگے پیچھے نہ ہٹینگے۔ اور قبضہ حاصل کرنے کے لئے ستیہ گرہ شروع کرینگے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس سے باز آجائیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ انگریز تو بھاگ کر یورپ کو بھی چلے جاوینگے۔ مگر ان کو بھاگنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں۔ پس اگر مسلمانوں کو یہاں رہنا ہے۔ تو وادود کی زمین سے دست بردار ہو جائیں۔

الراقم

(رفیق محمد خاں از سکھر)

قادیان میں مولوی عصمت اللہ صاحب کی حسن ظنیاں

۲۸ مئی کے پیغام میں مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ احمدیہ بلڈنگز لاہور نے اپنے قادیان میں چار گھنٹوں کی روئداد لکھتے ہوئے ساتھ کے ساتھ بے موقعہ اور بے محل نیش زنی کی ہے۔ جن کی کیا بلحاظ تسلسل عبارت کے اور کیا بلحاظ واقعات کے اور کیا بلحاظ ربط عبارت کے بالکل ضرورت نہ تھی۔ مجھے چونکہ ذاتی طور پر ان سے کافی تعارف ہے۔ اکثر اوقات اخلاق کا زبانی اظہار کیا کرتے ہیں۔ اس کی بناء پر یہ کہنے کا مجاز ہوں۔ کہ ان کی اس ان جوڑ اور بے ضرورت نیش زنیوں کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے۔ کہ مولوی عصمت اللہ صاحب نے اپنی روئداد سفر کو پیغام صلح میں شائع کرانے کے قابل بنانے کے لئے یہ خواہ مخواہ کی بھرتی کی ہے اور یا پھر اپنے داناؤں کی تسلی کرنے اور ان کو خوش کرنے کے لئے یہ بدمزہ طریق اختیار کیا ہے۔ کہ اگر قادیان کی صرف تعریف ہی تعریف کی (جس کے کرنے پر وہ مجبور تھے) اور کوئی حرف طعن یا شکایت درج نہ کیا۔ تو ممکن ہے۔ کہ دانا لوگ بدظن ہو کر کچھ کا کچھ سمجھنے لگ جائیں۔ اور دربار امارت سے فتویٰ صادر ہو جائے۔ کہ اس تابوت مقدس کو بھیجا تو تھا توحید توڑنے کے لئے۔ مگر یہ خود وہاں جا کر ٹوٹ گئے۔

بس اس لحاظ سے میں مبلغ صاحب موصوف کو معذور سمجھتا ہوں۔ ہاں ممکن ہے۔ کہ ان کے اس ان جوڑ اور بے تعلق طعن و تشنیع کی بدولت کوئی ناواقف غیر مبائع زیادہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔ اس لئے مختصراً ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

مسافر مذکور نے اپنی روئداد کی ناولانہ تمہید میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا لاہوری یہ تابوت مقدس محض تفریح و تفرج کی خاطر قادیان آئے۔ اور کوئی خاص مقصد ان کے مدنظر نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی خاص ٹوہ اور جستجو میں بھیجے گئے تھے۔ نہ مجھے اس امر کے ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ تفریح اور مرقد مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے از خود گئے تھے۔ یا کسی دلی ہول کو دور کرنے اور کسی ڈیوٹی کو سر انجام دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ہم ان کی اس ناولانہ تمہید کو بقیہ مضمون کی طرح من و عن سچ سمجھ لیتے ہیں۔

مسافر مذکور نے مقبرہ بہشتی کی باقاعدگی اور عمدگی کو بیان کرتے کرتے حسب معمول قادیانیوں کو لفظ پرست کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ:۔

"اس قبرستان کا نام بہشتی مقبرہ ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے۔ (یہ فقرہ مسافر مذکور کی احمدیت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔) کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود کے ایک رؤیا پر ہے۔ قادیان والوں کی انکسار طبیعت (مصنف نیکو کند بیاں) ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ وہ رومن کیتھولک لوگوں کی طرح بات بات میں لفظ پرستی کا ثبوت دینے کو تیار ہیں۔ بہشتی مقبرہ بھی ان لوگوں کی لفظ پرستی کا ایک کھلم کھلا مظاہرہ ہے۔ مسیح موعود کا مدعا کچھ اور تھا۔ اور ان لفظ پرستوں نے کچھ اور بنا لیا"

مجھے اس ناواقف اور نووارد احمدی کہلانے والے مسافر پر اتنا رنج نہیں۔ البتہ ایڈیٹر پیغام مولوی دوست محمد صاحب جو بچپن سے احمدی ہیں۔ ان کا فرض تھا۔ کہ کم از کم اس قسم کی فاش غلطیوں اور غلط بیانیوں سے تو اس روئداد کو پاک کر دیتے۔ کیونکہ اس غلط بیانی کی ساری ذمہ داری مولانا مولوی محمد علی صاحب اور دیگر لاہور کے "پاک ممبروں" پر عائد ہوتی ہے۔ آج تک کم از کم مجھے کہیں یاد نہیں۔ کہ لاہور کے خصوصی "پاک ممبروں" میں سے کسی نے بہشتی مقبرہ کے متعلق اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ مقدس مقبرہ کی بنیاد خود حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں رکھی گئی۔ پھر قریباً گیارہ بارہ سال تک اس مقبرہ کے استحکام اور قیام کے روح رواں اور سرگرم کارکن حضرت "امیر ایدہ اللہ" اور دیگر "پاک ممبر" رہے۔ پس مسافر مذکور کا بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھنے والوں کو رومن کیتھولک قرار دینا گویا خود حضرت مسیح موعود اور اپنے "پاک ممبروں" کی توہین کرنا ہے۔ اور یہ سب کچھ محض ناواقفی کی بنا پر ہے۔ اور خدا کی شان کہ تابوت مقدس میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا۔ جو حقیقی احمدیت کے خصوصی مسائل اور ارکان سے واقف ہو۔ تاکہ کم از کم اتنی کھلم کھلا غلط بیانی کا ارتکاب واقع نہ ہوتا۔

پس میرے بھولے بھٹکے مسافر دوست۔ اس ایجاد بندہ "لفظ پرستی" کا مفہوم اگر سمجھنا ہو۔ تو قبلہ "امیر ایدہ اللہ" کی خدمت میں حاضر ہو کر سمجھ لیں۔ مجھے اس پر خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مجھ سے زیادہ بہتر حضرت امیر اور پاک ممبر سمجھا سکیں گے۔ جن کو اور جن کے پیر کو آپ نے رومن کیتھولک قرار دیا ہے۔ البتہ مجھے رنج اور افسوس ہے تو اس امر کا کہ آپ تین ایک کے برابر قادیان تشریف لائے۔ اور میں آپ سے شرف ملاقات نہ کر سکا۔ باوجودیکہ آپ میری دوکان پر بھی آئے۔ مجھے تو مہتمم مہمانخانہ کی زبانی بعد از عصر معلوم ہوا۔ کہ آپ صاحبان تشریف لائے ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے کھانا دانہ طیار کر کے مہتمم لنگر آپ لوگوں کی تلاش میں تھا۔ مگر خدا جانے کہ آپ کی وحشت نے آپ کو صحرا نوردی پر کیوں مجبور کیا۔ ورنہ اگر میں آپ سے ملتا۔ تو میں آپ کو اتنا جلدی ہرگز نہ جانے دیتا۔ اور آپ کو ہر جگہ اور ہر مقام بالتفصیل دکھاتا۔ بہشتی مقبرہ دکھاتا۔ اور ساتھ ہی وہ مقبرہ بھی دکھاتا جس کو آپ ہی کے ایک بزرگ ممبر نے "الووں کا مقبرہ" قرار دیا تھا۔ اور جس کی بنیاد ۱۹۱۴ء میں بعد از وفات حضرت خلیفہ اول لاہور میں "پاک ممبروں" کے ہاتھوں سے رکھی گئی۔ اور اس مقبرہ کی حالت زار اب تک اس کو اسم بامسمیٰ بنائے ہوئے ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے یقین کامل ہے۔ کہ کم از کم آپ کی زبان سے رومن کیتھولک والا کفر نہ نکلتا۔

پھر یہ تابوت مقدس مدرسہ احمدیہ کا معاینہ کرنے

کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ تو ان کو وہاں یہ سن کر نہایت حیرت ہوئی ہے۔ کہ

"قدوری تک فقہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں قدوری کا پڑھایا جانا کچھ موزون نہیں معلوم ہوتا۔ ایک نئے پیغمبر کی امت مجتہدین تو ایک طرف رہے۔ ان کے مقلدین کی تصنیفات کو اپنا دستور العمل بنائے۔ تو تعجب کا مقام ہے۔ وہ پیغمبر ہی کیا۔ جو اجتہاد علماء تک سے اُمت کو بے نیاز نہ کر سکے۔ الخ"

اس اعتراض کا جواب بجز [illegible] کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ چہ [illegible]

جوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی

شکر ہے۔ کہ ہائی سکول کا کوئی طالب علم نہیں ملا۔ ورنہ اس سے اگر پوچھ بیٹھتے۔ تو وہ کہہ دیتا۔ کہ یہاں صاحب الجبرا جیومیٹری پڑھائی جاتی ہے۔ تو وہاں بھی مولوی عصمت اللہ صاحب کو یہی ابتلاء پیش آتا۔ بالکل اسی قسم کا اعتراض چکڑالوی کو پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب خدا نے قرآن مجید شریعت کی کتاب دی ہے۔ تو پھر حدیث اور فقہ وغیرہ پر عمل کرنا یا پڑھنا کیا معنے؟ وہ خدا ہی کیا جو پیغمبر اور علماء کے اجتہاد سے لوگوں کو بے نیاز نہ کر سکے"۔ میرے خوش فہم مسافر دوست آپ ہمارے نئے پیغمبر کے مسلک سے ایسے بے خبر معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے آپ بہشتی مقبرہ کے بانی اور سابق کارکنوں کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارے نئے پیغمبر نے کشتی نوح میں قرآن وحدیث اور سنت اور فقہ پر علی الترتیب اور علی قدر مدارج عمل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ علاوہ ازیں دنیا سے مقابلہ ہے۔ اس لئے مروجہ علوم کو پڑھنا ایک مبلغ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ سچ ہے ع

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

آپ کو اس اندک کا ادراک کیا ہو سکتا ہے۔ اسلئے آپ بھی سچے ہیں۔

آگے چلکر مسافر موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے ملاقات نہ ہو سکنے کا نہایت بیہودہ رنگ میں شکوہ فرمایا ہے۔ شکوہ دوستانہ اگر بجا یا بے جا بھی ہو قابل اعتراض نہیں ہوتا۔ مگر ایک بے جا شکوہ کو ایسا رنگ چڑھانا۔ جو ایک مہذب اور مؤقر انسان کی شان کے منافی ہو۔ ضرور قابل نفرت ہوتا ہے۔ تطویل کلام کے ڈر سے مسافر موصوف کے اس حوالہ کو چھوڑ کر اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ یہ آپ کو اچھی طرح علم ہے۔ کہ اس عدم ملاقات کی تمام تر ذمہ واری آپ پر ہے۔ آپنے چوہدری فتح محمد صاحب سے ملاقات کا وقت عصر کا وقت مقرر کیا۔ چوہدری صاحب موصوف نماز عصر کے بعد تک آپ صاحبان کی انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے۔ وہ ادھر ادھر آدمی دوڑاتے۔ آپ نہ ملے۔ حضرت میاں صاحب کافی وقت مسجد میں حسب معمول بیٹھکر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ لوگ پہنچے۔ دفتر کی طرف سے حضرت صاحب کو اطلاع پہنچائی گئی۔ چونکہ دفاتر بند تھے۔ اس لئے اس وقت حضرت صاحب کو دفتر کی طرف سے اطلاع نہ پہنچ سکی۔ اور آپ لوگ مزید انتظار نہ کر سکے۔ باوجودیکہ چوہدری صاحب نے کہا بھی کہ گھر کی طرف سے اطلاع پہنچائی ہے۔ مگر آپ لوگ اس وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ پس ہمارا آدمی جو آپ کے لئے گارڈ کی ڈیوٹی بجا لا رہا تھا۔ آپ کے لئے کس قدر کوشاں رہا۔ اور جو ممکن سے ممکن طریق آپ صاحبان کے متعلق اطلاع پہنچانے کا تھا۔ انہوں نے اختیار کیا آخر وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ مگر آپ لوگ جو اس وقت پا بہ رکاب تھے۔ اور محض فرض کفایہ کے طور پر ریل کے وقت سے چند منٹ پیشتر حضرت خلیفۃ المسیح کی ملاقات کے لئے آئے تھے۔ اس صبر و اطمینان سے بکلی محروم تھے۔ جو ایک مہذب ملاقاتی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اس لئے آپ بھاگ نکلے۔ پھر گارڈ صاحب کو دوبارہ اطلاع پہنچانی پڑی۔ کہ حضور باہر نہ آئیں۔ ملاقاتی چلے گئے۔ مگر قضاء و قدر نے بعد میں آپ کو آندھی و جھکڑ کے ذریعہ اشارہ کر دیا۔ کہ اس طرح آپ کا رفتن بے اجازت ہرگز جائز نہیں۔ بیک بینی دوگوش واپس چلئے۔ اللہ بدوں ملے ہرگز نہ جائیے۔ مگر آپ کہاں [illegible] سمجھتے تھے۔ آپ کے لئے وہ اشارہ کہاں سمجھ ہی پڑ سکتا تھا۔ افسوس انسان کو بدظنی کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اپنی جلد بازی کو تو نظر انداز کر دیا۔ اور اس طرح بے موقعہ اور بے وقت کی ٹکریں مار کر ناکام واپس جانے سے یہ اعتراض جڑ دیا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا ایسے جلد باز آدمیوں کو بے اطلاع جلدی نہ مل سکنا دنیاداری کی شان رکھتا ہے۔ اور اسوہ حسنہ محمدی اور مسیح موعود کے نیک نمونے کے قطعاً برخلاف ہے۔ جو ایک مذہبی پیشوا کے شایان شان نہیں"

مکرم مسافر دوست۔ کیا پانچ نماز کا وقت آپ جیسے تخیل کی جولانی میں مبتلا ملاقاتیوں کے لئے کافی نہیں۔ کیا آپ کا یہ مقصد ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ہر وقت ایک خاص کمرہ میں بند منتظر بیٹھے رہیں۔ جونہی آپ جیسے ملاقاتی کا حکم آئے۔ فوراً ملاقات کے لئے آ حاضر ہوں۔ آخر وہ انسان ہیں۔ ان کو بھی ہماری طرح لوازمات زندگی وابستہ ہیں۔ پھر وہ خدا کے فضل سے مرجع عالم ہیں۔ ایسے انسان تو نہیں۔ کہ مہینوں میں کوئی ایک آدھ مرتبہ ملاقات کے لئے آ گیا۔ اور دو منٹ اس سے بے تکلفانہ بشاشت سے بات چیت کر لی۔ اگر میرے بھولے مسافر دوست کو حضرت صاحب کی صرف ڈاک دیکھنے کا ہی اتفاق ہوتا۔ تو پھر اپنے تئیں سخت ملامت کرتا۔ کہ ایسے مصروف انسان کو بغیر کسی اشد ضروری کام کے تخلیہ ملاقات کے لئے درخواست کرنا ہی کبیرہ گناہ ہے۔ علاوہ ڈاک کے اتنی کثیر التعداد جماعت کے نظم و نسق کا کام اور فکر ہی اتنا عظیم الشان ہے۔ جو ایک کمزور انسان کو (اگر خدا کا خاص فضل شامل حال نہ ہو) ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ بس ایسے آدمی کا تقسیم کار اور تقسیم اوقات جیسے زریں اصول پر کاربند ہونا دنیاداری کی شان دکھاتا ہے۔ تو بخدا یہ دنیاداری اس بیکار نشینی اور نکتہ بازی سے بدرجہا بہتر ہے۔ جس کا منتہی اور مدعا محض پیر پرستی

ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ مسافر موصوف اس سے نیک نتیجہ نکالتے۔ اور سمجھتے۔ کہ حضرت خلیفۃ صاحب ہماری طرح بیکار نہیں۔ جو پہلے انتظار میں بیٹھے ہوں۔ اور آدمی مقرر کر رکھے ہوں۔ کہ جونہی کوئی نو وارد ہو وارد ہو فوراً اس کو میری زیارت اور ملاقات کرنے کے لئے لاؤ۔ میرے مسافر دوست نے تو ایک نیا محاورہ استعمال فرمایا ہے۔ کہ گویا قادیانی حضرات پر بدظنی عاشق ہے"۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ بنا بریں خیالات تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] پیغامی حضرات بدظنی پر عاشق ہیں۔ موقعہ ہو یا نہ ہو سب طرح بدظنی پر اوندھے جا پڑتے ہیں ورنہ جبکہ میرے مسافر دوست خود لکھتے ہیں۔ کہ حضرت میاں صاحب کو لاہور ملا تھا۔ تو نہایت اخلاق کریمانہ سے پیش آئے تھے۔ اور اب یہاں ملاقات کس طرح ایسے کریم الاخلاق کے متعلق اس قسم کے بیجا اعتراضات کرنیکی جرأت ہوئی۔ بہرحال میں پھر وہی کہوں گا۔ کہ میرا یقین ہے۔ کہ اس قسم کے بودے اعتراضات اپنی بے بسی پر خود دلیل ہیں۔ کہ یہ اعتراضات مولوی عصمت اللہ صاحب کے دل سے نکلے ہوئے نہیں۔ علم قیافہ کی بنا پر میں نے ان کے دل کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہے اس لئے مجبور ہیں۔ ورنہ اپنی بے قاعدگی اور عدم پابندی وقت کو مدنظر رکھکر ہرگز اس اعتراض کی جرأت نہ کرتے۔

اسی طرح اس بدظنی کے شیدا و فریفتہ دوست کو معلوم نہیں لکھنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ کہ "قادیانی دوست لاہوری جماعت کے کسی ممبر کو جسے اتفاق قادیان میں لے جائے حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ الخ" سچ ہے جھوٹے بہانے عصمت۔ قادیان بھر میں سوائے میرے یا مولوی عبد الستار صاحب کے جو آپ کی طرح مہمان آئے ہوئے تھے۔ اور جن کے پاس آپ گاڑی سے اترتے ہی پہنچے تھے۔ یا ایک آدھ اور کسی کے اور کوئی بھی آپ کو نہیں جانتا تھا۔ کہ آپ کس باغ کی مولی ہیں۔ قادیان کی بستی دوسری بستیوں کی طرح نہیں۔ آپ تو دیسی تھے اور پنجابی تھے۔ یہاں تو بنگالی اور حیدر آبادی اور عرب اور انگریز تک اجنبی آئے دن آتے رہتے ہیں انکو کوئی ایسی خاص توجہ اور غور سے نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ جس طرح لاہور وغیرہ جیسے بڑے شہروں میں کوئی توجہ نہیں کرتا یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ پھر آپ کا تو ایسے مقدس گروہ سے [illegible] افراد میں معروف ہو۔ مگر قادیان والوں میں سے تو سوائے [illegible] ایک دو اور کے کوئی بھی نہیں جانتا تھا یا سنتا ہاں قادیان جاتے ہیں جن کی ملاقات کے لئے آپ صاحبان انکے مکان پر گئے۔ اور کافی عرصہ بیٹھے [illegible] بھی جو اکثر آپ جیسے [illegible] افراد سے ملتا رہتا ہوں۔ آپ ہی کے تیسرے [illegible] سے بھی نا آشنا تھا۔ جس کا انٹروڈیوس آپ نے سفر دہلی میں میرے استفسار کرنے پر مجھ سے کرایا۔ تعجب ہے کہ آپ نے یہ کہاں سے نتیجہ نکال لیا کہ گویا آپ صاحبان کی تشریف آوری سے قادیان میں ایک زلزلہ آگیا۔ اور سب کی آنکھیں آپ کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ اور ہر ایک کو فکر دامنگیر تھی۔ کہ یہ بالشویک کہاں سے اور کس لئے قادیان کے قلعہ میں آدھمکے ہیں۔ آپ یہاں ان کو بھی ملے جن کو آپ لوگ سخت سے سخت مخالف سمجھے تھے۔ کس طرح پیار اور محبت سے وہ آپ سے پیش آئے۔ اس سے سمجھ کر آپ تجربہ کر لیتے۔ کہ یہی دو چار جو آپ نے اس مضمون کے ذریعہ سنائی ہیں۔ یہاں زبانی بھی سنا لیتے۔ تو پھر آپ ہمارے اخلاق اور بردباری اور حوصلہ مندی کو دیکھتے۔ کہ کس طرح ہم حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر عمل کرتے ہیں۔ کہ ؎

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو

میں تو باینہمہ آپ لوگوں کو ہمیشہ خاص محبت سے دیکھا کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ بعض فطرتی کمزوریوں اور دنیاوی مجبوریوں کے ماتحت ان لفظی اختلافات کو قادیان سے دوری کا عوضہ بنائے ہوئے ہیں۔

پھر بھی آپ ؎

کافر کنند دعوئ حبّ مسیح من

کے مصداق حضرت مسیح موعود کی محبت کے دعویدار تو ہیں۔ میرے لئے تو یہ بھی ایک قابل قدر جوہر ہے۔ اس وقت تو ہم ان غیر مسلم لوگوں کو بھی خاص محبت سے دیکھتے ہیں۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق منصفانہ طور پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ آپ لوگ ان سے ایک قدم اور آگے ہوں۔ [illegible] غنیمت است ۞

بالآخر دعا ہے۔ کہ [illegible] تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی زبان و دل کا اتفاق نصیب کرے۔ آمین۔

([illegible] خاکسار محمد فخر الدین ملتانی)

ڈوب مرنے کا چیلنج

[illegible]

آنکا ظفر علیخاں زمیندار والے کے ایک ہم نوالہ عبد القیوم لاہوری نے مولوی ابو الوفا عبد الحق ایڈیٹر اخبار اہل سنت و الجماعت امرتسر کے چیلنج مباہلہ کے جواب میں جو حکیم مذکور نے ظفر علیخاں کو دیا تھا ڈوب مرنے کا چیلنج دیا ہے۔ کہ ظفر علیخاں کی بجائے میں انکی دعوت مباہلہ منظور کر کے لکھتا ہوں کہ وہ آئیے۔ لاہور میں تشریف لائیے اور دریائے راوی کے پل پر چڑھ کر دریا میں دونوں کود پڑیں۔ جو ڈوب جائے وہ مفتری اور کاذب اور جو تیرنے لگ جائے وہ صادق اور سچا"۔ ماشاء اللہ کیا منظوری مباہلہ ہے اور کیا لاجواب طریق آزمائش ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمیندار کے پٹھو نے کہیں سے سن لیا ہوگا کہ امرتسری حکیم تیرنا نہیں جانتا اور خود بدولت کو تیرنا آتا ہے۔ اس لئے یہ طریق پیش کیا گیا ہے۔ لیکن یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ہم ایسا طریق ان کو بتاتے ہیں جو دونوں کے مساوی ہے۔ اور وہ یہ طریق ہے جو زمانہ حال کے مشہور دہلوی صوفی نے ایجاد کیا تھا۔ کہ عبد القیوم اور عبد الحق دونوں ٹانگ سے ٹانگ باندھ کر لاہور کی شاہی مسجد کے منارے سے کود پڑیں۔ جو زندہ رہا وہ صادق جو مر گیا وہ کاذب۔ اگر دونوں مر گئے تو فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا ؎ ہاتھ لا استاد کیسی کہی

وصیت نمبر ۲۹۹۱

میں برکت بی بی بیوہ عبد المجید قوم آرائیں عمر ۵۵ سال بیعت ۱۹۰۵ء ساکن اوجلہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸؍ دسمبر ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

(۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو۔ اس کے آٹھویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔

(۳) میری موجودہ جائداد بصورت زیور قیمتی [illegible] اور نقد [illegible] روپیہ ہے۔

العبد موصیہ برکت بی بی بیوہ عبد المجید۔

گواہ شد۔ برکت علی خاں اورنٹیل ٹیچر سکول بھوانی ضلع حصار۔ حال وارد قادیان۔

گواہ شد۔ خاکسار علی محمد کلرک ملٹری اکاؤنٹس نیو دہلی حال وارد قادیان

وصیت نمبر ۲۹۹۶

میں عمراں بی بی زوجہ کرم بخش قوم قریشی عمر ۳۵ سال بیعت ۱۹۱۳ء ساکن امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹؍ دسمبر ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری موجودہ جائداد زیورات قیمتی ۱۴۰۰ روپیہ کی ہے۔ جو مجھے مہر میں ملے ہوئے ہیں۔ اور تین صد نقد روپیہ موجود ہے۔ میں اس جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد اس جائداد کے علاوہ کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔

العبد: عمراں بی بی موصیہ۔

گواہ شد۔ [illegible] بیگم بنت موصیہ۔

گواہ شد: جان بی بی والدہ موصیہ۔

گواہ شد: خدا بخش ولد احمد خاں قوم ونجارہ

وصیت نمبر ۳۰۲۱

میں امام بی بی زوجہ میاں خدا بخش قوم ونجارہ عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۰۹ء ساکن امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹؍ دسمبر ۱۹۲۸ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری موجودہ جائداد مہر تین صد روپیہ ہے۔ جو بذمہ خاوند ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی زیور ہے اور نہ ہی آمد ہے۔ میں اپنی اس جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات پر کوئی مزید جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کروں۔ تو اپنی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ فقط والسلام۔

العبد: امام بی بی موصیہ۔

گواہ شد: محمد جان امرتسری بقلم خود۔

گواہ شد: خدا بخش ونجارہ خاوند موصیہ۔

انقلاب اور ”پرتاب“ کو انتباہ

لاہور ۳؍ جون۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ”پرتاپ“ اور ”انقلاب“ کے ایڈیٹروں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ ایسی تحریریں شائع کر رہے ہیں۔ جن سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جذبات عناد و منافرت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر وہ اس طرز عمل سے مجتنب نہ ہوئے۔ تو ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کیجائیگی۔ مدیر ”پرتاپ“ نے ڈسٹرکٹ کمشنر کو جواباً لکھا ہے کہ آپ پرتاپ کے ان مضامین اور مقالات کو مخصص کریں۔ جو آپ کے لئے اس نوٹس کے اجرا کے محرک ہوئے ہیں۔ اس نوعیت کا نوٹس ہمارے لئے باعث توہین ہے۔ اگر آپ مخصص نہیں کر سکتے۔ تو مقدمہ دائر کرو۔

بچہ سقہ گرفتار یعنی فتح قندھار

بچہ سقہ بھی نہایت ہی سخت جان اور عجیب انسان ہے۔ کہ اگر مارا جاتا ہے۔ تو دوسرے دن ہی زندہ ہو جاتا ہے۔ زخمی ہوتا ہے تو فوراً تندرست۔ گرفتار ہوتا ہے۔ تو فریق مخالف کو شکست دیدیتا ہے۔ چنانچہ غازی اعظم امان اللہ خاں کے بھاگنے پر علی احمد جان نے جو قندھار کے تخت شاہی کو اپنے وجود سے زینت بخشی تھی۔ اور جرنل نادر خاں نے نواحی کابل کی حکمرانی کا اعلان فرما کر امیر کا لقب اختیار کیا تھا۔ اور اس کی خوشی میں بچہ سقہ کو قبل از وقت گرفتار کر کے حاجی ترنگ زئی کے حضور بھیجدیا۔ شائد اس لئے کہ وہ بچہ سقہ کو پابجولاں دیکھ کر دفتر زمیندار میں اخبار زمیندار کو ڈسپیچ کرنے کی خدمت پر مامور کر دیں۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ ادھر بچہ سقہ گرفتار ہوا۔ اور ادھر فوراً اس سے پیشتر قندھار کو عبد القیوم بچہ سقہ کے کمانڈر نے فتح کر لیا۔ اور علی احمد جان شاہ قندھار کو کوئٹہ کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ اور جرنل نادر خاں جوانی کابل کے جدید امیر کو ہندوستان کی سرزمین میں مولانا ظفر علیخاں کی گرم بازاری کا [illegible] ہاتھ میں لے کر آنا پڑا۔ جس [illegible] بے بدل کی سٹی گرم ہونے اور [illegible] حاصل کرنے کے کچھ اور ایام نکل آئے۔ دفتر زمیندار کو ایسی فتوحات مبارک ہوں۔ انہی کا [illegible] دل سے آرزو مند ہوتا ہے۔

مستریان مباہلہ کے نام دفعہ ۱۴۴ کا نوٹس

۶؍ جون کو قریب ۷ بجے صبح کے تحصیلدار صاحب بٹالہ بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور ایڈیٹر پرنٹر پبلشر وغیرہ اخبار ”مباہلہ“ کے نام دفعہ ۱۴۴ کے نوٹس کی تعمیل کیلئے قادیان آئے۔ جس کی رو سے آئندہ ایڈیٹر وغیرہ مباہلہ کو امام جماعت احمدیہ کے خلاف کسی تحریر یا تقریر کرنے کی ممانعت کی ہے۔ اور ۹ بجے تعمیل کرا کر واپس چلے گئے۔ مفصل آئندہ لکھا جائیگا۔

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)